THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذیب الاخلاق

جلد هفتم] یکم ذیحجه سنه ۱۳۰۷ نبوی سنه ۱۲۹۳ هجری [نمبر ۳

حب القوم من الایمان فمن یسع فی اعزاز قومه انما یسعی فی اعزاز دینه

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تهذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا اور باقی مدرسۃ العلوم مسلمانان کی ترقی کے لیئے دیدیا جاویگا جو سالانہ ممبروں سے لیا جاتا تھا وہ سال سنہ ۱۲۹۳ ہجری سے نہیں لیا جاویگا اُمید ہی کہ یہہ پرچہ خود اب اپنے اخراجات حاصل کرلیگا لیکن اگر کوئی شخص بطور ڈونیشن کے کچھہ دینا چاہے تو ایسا احسان‌مندی سے لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُسکو فی پرچہ چار آنہ معہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زاید دفتر میں موجود ہو *

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تهذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی پاس بمقام علیگڈہ بھیجا جاوے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنھی سے کی جاوے کیونکہ اہتمام ترتیب اس پرچہ کا اور تمام حساب و کتاب اسی کا اُنہی سے تعلق رکھتا ہی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور در حقیقت مذہب اسلام کے بھی برخلاف ہیں وہ بھی مٹائی جاویں *

بقیہ مضمون خطبہ

"گاڈفری ہیگنز صاحب لکھتے ہیں کہ ہم عیسائی اکثر اوقات بیچارے حبشیوں کو عیسائی بنانے کی خواہش کرتے ہیں، مگر میں اُنہی مشنری سوسئیٹیوں کو یہہ صلاح دیتا ہوں کہ وہ اپنی دولت کثیر کو اسباب میں صرف کریں کہ جسوقت حبشیوں کا مذہب تبدیل ہوجاوے تو اُنکو فوراً ازاد کردیں اور اُن کو اپنا بھائی قرار دیں جیسا کہ مسلمان کیا کرتے ہیں اور میں اُنکو یقین دلاتا ہوں کہ اُس کے تمام وطنوں سے اسقدر لوگ اُن کے معتقد ہونگے جیسے کہ اسباب سے ہونگے۔

گاڈفری ہیگنز صاحب نے ویسٹ منسٹر ریویو کا یہہ فقرہ نقل کیا ہی کہ اُن کا قانون غلامی کے باب میں یہہ ہی کہ "اگر غلام تمہارے پاس آویں تو تم اُنکو قید اور اُسکے بعد اُنکو سربازار مت فروخت کرو کو کوئی خریدار اُن کا موجود نہو (جیساکہ اُنیسویں صدی میں عیسائی انگلستان کا قانون اُس کے صوبوں میں جاری ہی) بلکہ اُنکو ازاد کردو اور تمکو مناسب نہیں کہ اُن کو نکال دو" پھر حضرت محمد (جنہوں نے غلامی کے مٹانے کی نسبت نہایت عمدہ تدبیریں کیں) وہ تھے جو ساتویں صدی میں عرب کے بیابانوں میں ظہور ہوئے تھے"۔

حضرت محمد فرماتے ہیں کہ "ایسے غلاموں کو جو تم سے اس مضمون کی ایک تحریری سند چاہیں کہ جسوقت وہ ایک رقم معین ادا کردیں تو وہ اپنے تئیں ازاد کرلیں تو تم ہمیشہ یہہ دستاویز اُنکو لکھدو اگر تم اُن میں کوئی بھلائی جانو تو تم خدا کی دولت میں سے جو اُس نے تمکو دی ہی اُنکو دو" گاڈفری ہیگنز کہتے ہیں کہ مجھکو انجیلوں میں ایسا بھی کوئی حکم نہیں ملا"۔

یہہ جو کچھہ لکھا گیا گاڈفری ہیگنز کا استدلال تھا مگر وہ استدلال اسیقدر حاشیہ لکھنے کا محتاج ہی، اُنکا یہہ بیان کہ "حضرت محمد نے غلامی کو موقوف کرنا مناسب خیال نکیا" صحیح نہیں ہی جو لوگ تقلید کی تاریکی میں اندھے ہو رہے ہیں وہ بھی اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی مرضی اور خوشی غلاموں کے ازاد کرنے کی تھی اور ہمیشہ ہر حکم میں غلاموں کی ازادی پر رغبت دلاتے تھے، اور جو لوگ خاص آنحضرت صلعم کو اپنا ہادی اور پیشوا جانتے ہوں اور زید و عمرو کی رائے و اجتہاد کی کچھہ پروا نہیں کرتے وہ تو صاف صاف قرآن مجید میں پاتے ہیں کہ بانی اسلام نے آیندہ کی غلامی کو بالکل قطعاً موقوف کردیا ہی جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے، پس یہہ فخر صرف مذہب اسلام ہی کو ہی کہ اُسنے غلامی کو معدوم کیا ہی اور ہر انسان کو آزاد قرار دیا ہی۔

اسلام لانے سے غلامی ساقط ہو جانے پر جو استدلال گاڈفری ہیگنز صاحب نے کیا ہی ہم کو دل سے اُسپر اتفاق ہی خداتعالی نے سورۂ حجرات میں صاف فرمادیا ہی کہ "انماالمومنون اخوة" یعنی سب ایمان لانے والے آپسمیں بھائی ہیں اور سورۂ آل عمران میں فرمایا ہی کہ "سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو

واعتصموا بحبل‌الله جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت الله علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (سورۂ ال عمران)

اور جتنی جتنی راہوں میں مت بھٹکو اور تم کو جو نعمت خدا نے دی ہی (یعنی اسلام) اُسکا شکر کرو ایک وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں خدا نے محبت ڈالدی پھر تم ہوگئے اللہ کی نعمت (یعنی اسلام) کے سبب آپس میں بھائی" پس کون شخص اس سے انکار کرسکتا ہی کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور اس لیئے کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا غلام نہیں ہوسکتا، یہی اخوت اس امر کا باعث ہی کہ جب کوئی مسلمان بغیر وارث قریب کے مرجاتا ہی تو اُسکا مال بیت‌المال میں اُس کے سب مسلمان بھائیوں کے لیئے چلاجاتا ہی، مگر جب ہمارے پیغمبر نے واقعہ صاف صاف لفظوں میں آیندہ کی غلامی کو عام طور پر معدوم کردیا ہی تو ہمکو اس قسم کی خاص خاص باتوں پر استدلال کی حاجت نہیں ہی۔

کتابت کا جو ذکر گاڈفری ہیگنز صاحب نے کیا ہی وہ حکم صرف ایسا ہی نہ تھا کہ اُسکا کرنا یا نکرنا مالک کی مرضی پر موقوف ہو بلکہ اُسکا کرنا واجب تھا اور انکار کرنا قابل سزا کے تھا چنانچہ بخاری کی ایک حدیث سے (اگر وہ صحیح ہو) معلوم ہوتا ہی کہ ابن سیرین نے جب حضرت انس سے کتابت کی درخواست کی تو اُنہوں نے انکار کیا ابن سیرین نے وہ مقدمہ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا اور حضرت عمر نے حضرت انس کو اُس انکار کرنے پر دروں سے پٹوا دیا اور کتابت یعنی خط ازادی معاوضہ روپیہ کے بجبر حضرت انس سے لکھوادیا گو یہہ حدیث قابل شبہہ ہو مگر خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہی کہ کتابت کی درخواست کرنے پر خط آزادی بمعاوضہ روپیہ کے لکھدینا لازم ہی۔

یہہ حال جو حمایت اس عالم اور فاضل مصنف نے نہایت قابلیت اور بڑی سرگرمی سے مذہب اسلام کی کی ہی اُسکا واجب شکریہ ادا کرنے کے بعد ہم یہہ کہتے ہیں کہ اس مصنف نے غلامی کی ترمیم یا اُسکی خرابیوں کی تخفیف میں جو بچوں کو ماں سے جدا نہ کرنے کا ذکر کیا ہی اُسکے ساتھہ چند اور اسی قسم کے احکام زیادہ کرنے چاہیئیں جو غلامی کی ترمیم اور اُسکی خرابیوں کی

تخفیف کے حق میں ویسے ہی مفید ہیں چنانچہ انحضرت صلعم نے

قال (ای النبی صلعم فی حق العبید) ان اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه مما یلبس ولا تکلفوهم ما یغلبهم فان کلفتموهم ما یغلبهم فاعینوهم (بخاری باب قول النبی صلعم العبید اخوانکم صفحہ ۳۴۶)

غلاموں کے حق † میں فرمایا کہ وہ تمہارے بھائی ہیں (بوجہہ انسان ہونیکے) جو تمہاری خدمت کرتے ہیں تمہارے کاموں کو سنوارتے ہیں اللہ نے اُنکو تمہارے تابع کردیا ہے پس جو شخص کہ اُسکا بھائی اُسکے تابع ہو تو اُسکو چاہیئے کہ جو آپ کھاتا ہے اُسی میں سے اُسکو کھلاوے اور جو آپ پہنتا ہے اُس میں سے اُس کو پہناوے اور اُنسے ایسی تکلیف کے کام جو اُنکو تھکادیں نہ لے اور اگر ایسی تکلیف کا کام اُنکو دیا جاوے جو اُنکو تھکادے گا تو خود اُنکی مدد کرے" اس حکم کا لوگوں کے دلوں پر اسقدر اثر ہوا کہ تمام شخص اُس زمانہ میں اپنے غلاموں کو ویسا ہی کپڑا پہناتے تھے جیسا کہ خود پہنتے تھے اور ایک خوان میں اپنے ساتھ وہی کھانا اُنکو کھلاتے تھے جو آپ کھاتے تھے اور جب سفر میں جاتے تھے تو غلام کو اپنے ساتھ اُونٹ پر بٹھاتے تھے اور اگر ایک کو نکیل پکڑکر چلنے کی ضرورت ہوتی تو باری باری سے سوار ہوتے تھے اور باری باری سے نکیل پکڑکر پیادہ چلتے تھے۔

خلیفہ عمر بن اپنی خلافت کے عروج کے زمانہ میں (خواہ اُنکے عالی مرتبہ کو پیغمبر کا جانشین ہونیکی وجہہ سے خیال کرو خواہ ایک ایسی سلطنت کا بادشاہ تصور کرنے سے جو دنیا میں سب سے زیادہ وسیع و باعظمت تھی) اپنی باری میں اس اُونٹ کی مہار پکڑکر جسپر اُنکا غلام اپنی باری میں سوار ہوتا تھا عرب کی جلتی ہوئی ریگستان اور جلستی ہوئی گرم ہوا میں نہایت خوشی اور فخر آمیز خیالات اور نیکی بھرے ہوئے دل سے پیادہ پا اُونٹ کو گھسیٹتے ہوئے چلنا کمال اپنی عزت سمجھتے تھے، فاطمہ پیغمبر کی بیٹی اپنی لونڈی کے ساتھ بیٹھکر چکی پیستی تھیں کبھی اُنکا دست مبارک ہتی کو نیچے سے تھامتا تھا اور کبھی لونڈی کا تاکہ دونو کو برابر محنت پڑے پس اگر یہی وہ غلامی ہے جسکو سر ولیم میور حسن معاشرت کو ابتر کرنے والی بتاتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ برابری کے حقوق میں اور کیا ہوتا ہے، ایسی غلامی ہے (اگر اُسکو غلامی کہہ سکو) درحقیقت حسن معاشرت کی بے انتہا خوبی اور عام اخلاق کی زاید

† اس حدیث میں بوجہہ اسلام کے بھائی ہونے کا ذکر نہیں ہے اور آیت قران مجید میں جو اوپر مذکور ہوئی بوجہہ اسلام بھائی ہونے کا ذکر ہے اور اسیلیئے اسلام سے غلامی ساقط ہونے پر گاڈفری ہیگنز صاحب نے استدلال کیا ہے —

از حد ترقی متصور ہے پس مذہب اسلام کی غلامی کو ویسٹ انڈیز کی غلامی پر جو عیسائیوں میں مروج تھی قیاس کرنا محض غلطی ہے انحضرت صلعم نے صرف اسی بات پر بس نہیں کیا بلکہ اُنکی نسبت لونڈی و غلام کے لفظ کے استعمال کو بھی جس سے اُنکی ذلت اور حقارت نکلتی تھی منع فرمایا اور نہایت شایستہ و مہذب و شفقت آمیز الفاظ سے مخاطب کرنے کی ہدایت فرمائی یعنی یہہ فرمایا کہ اُنکو "لڑکا" اور "لڑکی" کہکر پکارا کرو جسکو بگاڑکر ہندوستان کے قاعدآ قوموں نے "چھوکرا" اور چھوکری یعنی لونڈی و غلام کہنا شروع کیا ہے، مسلم کی اس حدیث کے لفظوں کو دیکھو اور سمجھو کہ تمہارے پیشوا محمد رسول اللہ صلعم نے کیا فرمایا ہے کیا اس فرمانے کے بعد بھی ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا غلام بنا سکتا ہے، ہمارے پیغمبر رحمۃ للعالمین نے فرمایا کہ "کوئی تم میں سے میرا غلام اور میری لونڈی

ان رسول الله صلعم قال لا یقولن احدکم عبدی و امتی کلکم عبید الله وکل نساءکم اماء الله ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی (مسلم کتاب الالفاظ من الادب)

ہرگز نہ کہے تم سب خدا کے غلام ہو اور سب تمہاری عورتیں خدا کی لونڈیاں ہیں مگر یوں کہو کہ میرا بچا اور میری بچی اور میرا لڑکا اور میری لڑکی" علاوہ اسکے انحضرت صلعم نے غلاموں کے آزاد کرنے پر ہمیشہ رغبت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی کام خدا کے نزدیک غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ثواب حاصل کرنیکا نہیں ہے۔

اب ہم تھوڑا مذہب اسلام کی رو سے غلامی کی نسبت کچھہ لکھنا چاہتے ہیں اسمیں کچھہ شک نہیں کہ اسلام نے آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ بموجب قدیم رسم جاہلیت کے غلام ہو چکے تھے اُنکی آزادی کا احساناً بلا لیئے زر معاوضہ کے حکم نہیں دیا وہ بدستور اُن لوگوں کی ملک رہے جنکے وہ غلام ہوچکے تھے، اگر کوئی ناسمجھہ یہہ الزام مذہب اسلام پر دے کہ اُنکو بھی دفعتا کیوں نہ آزاد کردیا تو اُسکی اس ناسمجھی کا ہمارے پاس کچھہ علاج نہیں ہے، مگر اس ناسمجھہ کے دل کو اُن تمام باتوں کے خیال سے جو ہم نے اوپر بیان کیں اسقدر تو ضرور تسلی ہوگی کہ اُن بدنصیبوں کی بھی حالت غلامی کی ترمیم اور تخفیف میں جو کچھہ اسلام نے کیا وہ کچھہ کم نہیں ہے اور ایسا رحم و شفقت جو اسلام نے اُنکی نسبت کیا بےمثل و بےنظیر ہے اور متعدد تدبیریں اور تاکیدیں اور ہدایتیں اُنکی آزادی کی نسبت کیں اور طرح طرح سے آزاد کرنے پر رغبتیں دلائیں ہاں بلاشبہہ جو سمجھدار اور دانشمند لوگ ہیں وہ سمجھینگے کہ آیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ غلام ہوچکے تھے اُنکی آزادی کا دفعتا حکم دیدینا معاملات ملکی سے تھا اور غلامی کے معدوم کرنے کی اس سے بہتر کوئی

تدبیر نہ تھی کہ آیندہ سے غلاموں کا ہونا بند کردیا جاوے اور پہلے غلاموں کی آزادی اور غلامی کی حالت کی ترمیم کی تدبیر کیجاوے یہی بڑا کام اسلام نے کیا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ کام کسی انسان کا نہیں ہی بلکہ اُسیکا ہی جسنے انسان میں حسن معاشرت کو پیدا کیا ہی ۔

بقول مسٹر ہڈکنز کے کہ حضرت مسیح نے غلامی کو موقوف نکیا ہو مگر ہم نہایت خوشی اور فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے پیارے حضرت محمد رحمۃ للعالمین نے غلامی کو بالکل موقوف کردیا تمام قواعد اور قوانین غلامی کے جنکی رو سے ایک شخص دوسرے کا مملوک ہوجاتا تھا اور جو قدیم زمانہ کے بت‌پرستوں اور اُسوقت کی تمام دنیا میں بطور ایک ملکی رسم کے جاری تھی اور جن رسموں کو اُس بڑے مقدس مقنن موسیٰ نے بھی بطور ملکی قانون کے اپنی مقدس کتاب میں داخل کیا تھا اور جنکو حضرت مسیح نے بھی نہیں توڑا تھا اور جنکو حضرت مسیح کے حواریوں نے بھی تسلیم کیا تھا دفعتاً منسوخ کر دیا اور تمام پرانی رسموں اور مملوک کاغذوں کو ایک ہی لفظ کے فرمانے سے کہ " اما منا بعد و اما فداء " مٹا دیا —

یتیمی کہ نا کردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

صلی اللہ علیہ وسلم ، بابی انت و امی یا رسول اللہ ۔

اُس رسول مقبول دافع الرقیۃ ناصر الانسان رحمۃ للعالمین نے اپنے مبارک ہونٹوں سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ یہہ حکم دیتا ہی کہ جب تم مقابلہ ہو کافروں کے تو گردنیں کاٹو جبکہ تم اُن پر کھسان کرچکو تو اُن کو قید کرلو پھر قید کرنے کے بعد یا تو اُنپر احسان رکھکر یا اُن سے فدیہ یعنی چھوڑائی لیکر چھوڑ دو ۔

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء (سورۂ محمد آیہ ۴)

اس آیہ سے پایا جاتا ہی کہ کافروں کے محارب ہو جانے پر جو اُن کے قید کرنے کا حکم ہی اُس سے مقصد اُن کی جان بچانا ہی اور قید کرنے کے بعد جو حکم اُن کی نسبت ہی وہ دو امر میں منحصر ہی ایک تو احسان رکھکر چھوڑنے میں اور دوسرے اُنسے چھوڑائی لیکر چھوڑنے میں ۔ جب دو حکم دیئے جاتے ہیں تو اُن لوگوں کو جن کی نسبت وہ حکم ہیں اس قدر تو ضرور اختیار رہتا ہی کہ اُن دونوں میں سے جونسے حکم کی چاہیں تعمیل کریں مگر دونوں میں سے ایک کا بجا لانا واجب ہوتا ہی اُن کو یہہ اختیار نہیں ہوتا کہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہ کریں بلکہ کرنی اور امر اختیار کرنا یعنی قیدیوں کے ساتھہ ان دونوں حکموں میں سے ایک کا عمل درآمد کرنا واجب ہی ، ان احکام مذکورہ سے جو خدا نے دیئے رقیت یعنی قیدیوں کا لونڈی و غلام بنانا بالکل نیست و نابود ہوگیا ہی ۔ ہاں یہہ بات ہو سکتی ہی کہ اگر کوئی شخص قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑنا چاہے تو جب تک فدیہ ادا نہو اُس وقت تک اُس کو قید رکھے مگر وہ قیدی بدستور ایک قیدی ہوگا اور رقیت و مملوکیت کسی حالت میں اُس پر طاری نہوگی ، اور جب قیدی سے فدیہ کا ادا ہونا ناممکن ہوگا تو در حقیقت تعمیل ایک حکم کی ناممکن ہوگی اور اسی لیئے اُس پہلے حکم کی تعمیل واجب ہوگی ۔

ہمارے ہاں کے عالموں کی راے میں اس امر کی نسبت اختلاف ہی کہ کن صورتوں میں قیدیوں کو احسان رکھکر چھوڑنا چاہیئے ، بعض کی یہہ راے ہی کہ اُن کو صرف اُس حالت میں چھوڑنا چاہیئے جبکہ وہ مسلمانوں کی رعایا ہوکر مسلمانوں کے ملک میں رہنا قبول کریں ، اور بعضوں کی یہہ راے ہی جو بظاہر معقول بھی معلوم ہوتی ہی کہ قیدیوں کو بغیر کسی شرط کے چھوڑ دینا چاہیئے اور کوئی شرط اُن پر نہ لگائی جاوے ، اور چھوٹ جانے کے بعد اُن کو اختیار ہی کہ چاہیں مسلمانوں کے ملک میں رعیت ہوکر رہیں اور چاہیں اپنے خاص ملک کو چلے جاویں ، قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیہ میں احسان رکھکر چھوڑ دینے کی حالت میں کوئی قید و شرط نہیں لگائی ہی اور اسی لیئے ہمارے نزدیک پچھلی راے اُن عالموں کی پہلی راے سے زیادہ مستند اور معتبر و صحیح ہی ۔

دیکھو مکاتبہ یعنی بمعاوضہ روپیہ کے خط آزادی لکھدینے اور فدیہ لیکر چھوڑنے میں چنداں فرق نہیں ہی اگلے غلاموں کی نسبت جو مکاتبہ کا حکم ہی وہ اگلے غلاموں کی آزادی کی نہایت معتبر دستاویز ہی ۔

جس نالائق اور خراب اور قابل افسوس حالت سے غلامی کا رواج مسلمان ریاستوں میں (بعض عیسائی ملکوں میں بھی) ہوتا ہی اُس کو دیکھکر ہمکو کچھہ کم رنج نہیں ہوتا مگر ہم اپنے اس خطبہ کے پڑھنے والوں کو یقین دلاتے ہیں کہ جو شخص خود اُسکا برتاؤ کرتا ہی یا اوروںکو کرنے دیتا ہی وہ ٹھیٹ اسلام کے حکم اور اُسکے اصلی اُصولوں کے برخلاف عمل کرتا ہی اور وہ ضرور ایک دن اُس حقیقی شہنشاہ کی ہیبت ناک عدالت میں بطور ایک گنہگار کے حاضر ہوگا خواہ وہ مکہ میں جاکر یہہ کام کرے یا مدینہ میں ۔

سر ولیم میور اسلام میں ایک یہہ نقص بتاتے ہیں کہ " اسلام میں مذہب کے معاملہ میں راے کی آزادی روک دی گئی ہی بلکہ بالکل معدوم کردی گئی ہی " ۔

مگر سر ولیم میور کی اُس راے کا جس سے وہ مذہب اسلام میں مذہبی راے کی آزادی نہونے کا نقص نکالتے ہیں ٹھیک ٹھیک مطلب سمجھنا نہایت مشکل ہی ۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اسلام میں ایسی کونسی چیز ہی جو مذہبی معاملات میں آزادی راے کو روکتی اور معدوم کرتی ہی اور اور مذہبوں میں کونسی بات ایسی ہی جو اُس آزادی کی اجازت دیتی ہی ۔

یہودی جنکی کتب مقدسہ گویا مذہب اسلام اور مذہب عیسائی دونوں کی بنیاد ہیں یہہ پکا عقیدہ رکھتے ہیں کہ توریت کا ہر ایک لفظ معہ اُسکے تاریخی مضمون کے باوجودیکہ اُنکے مصنف بھی معلوم نہیں ہیں وحی آسمانی ہیں اور اصلیتے سہو و خطا و غلطی سے بالکل مبرا ہیں اور ہر ایک انسان کو بغیر غور سے بھی تامل کے اور بغیر کسی حجت کے اور بغیر استعمال کرنے اپنے قواے عقلیہ کے اُنکی حق ہونیکا اعتقاد کرنا چاہیئے ۔

عیسائیوں کا یہہ حال ہی کہ بلحاظ اعتقاد نسبت کتب مقدسہ کے وہ دو فرقے ہوگئے ہیں ایک وہ جو یہہ یقین کرتے ہیں کہ کتاب مقدس تمام و کمال وحی من السماء ہی دوسرا وہ جو صرف اُس کے ایک حصہ کو وحی سمجھتا ہی جو مسائل و احکام سے متعلق ہی اور دوسرے حصہ یعنی تاریخی حالات کو وحی نہیں سمجھتا ۔

مگر قطع نظر اُس اختلاف سے جو عیسائیوں کو کتب مقدسہ کے اعتقاد اور اُنکے وحی ہونے کی نسبت ہی اُنکو ہو ایسے بڑے بڑے مذہبی مسایل پر یقین کرنا فرض ہی جن کے سبب سے مذہبی معاملات میں آزادی راے کامل طور سے بالکلیہ نیست و نابود ہوجاتی ہی اور اس لیئے عیسائی خدا کی برگزیدہ قوم (یعنی یہود) سے بھی زیادہ خراب حالت میں ہیں اور وہ دو مسئلے یہہ ہیں ۔

ایک مسئلہ "توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید" کا ہی یہہ ایک نہایت عجیب طور کا مسئلہ ہی جس کی نسبت عقل کو کام میں لانا منع ہی ۔ لفظ تثلیث کا خدا کے تین مقدس جسموں کے ظاہر کرنے کو حضرت عیسی کی دوسری صدی تک یعنی اُس وقت تک جبکہ تھیوفلس بشپ انٹیوک نے اُسکو ایجاد کیا جاری نہیں ہوا تھا اور یہہ تثلیث کا مسئلہ مذہبی کونسل نائس یا نائیسیا میں بھی جو ۳۲۵ برس بعد حضرت عیسی کے ہوئی تھی اور جس میں ایریس کے مسائل کی نسبت اعتراض کیا گیا تھا طی نہیں ہوا تھا اور کچھہ اسی پر موقوف نہیں ہی کیونکہ پارسن اور اور مشہور و معروف یونانی عالموں کی تحقیقات سے یہہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ اصل عبارت متی انجیل کی جس پر خاص اس مسئلہ کا استدلال کیا جاتا ہی الحاقی ہی پس اگر اعتقاد کی غرض نہایت عجیب

و مشکل و خلاف عقل مسایل پر اعتقاد لانے ہیں ہو تو بلاشبہہ عیسائیوں کا اعتقاد بہت بڑا اعتقاد متصور ہوگا — قبل اس کے کہ کوئی شخص عیسائی کہلاوے اور اُسکو عیسائیوں کے حقوق خدا کی بارگاہ میں حاصل ہوں اُسکو اس مسئلہ عجیب و غریب پر پکا اعتقاد لانا چاہیئے ۔ تمام عیسائی یہہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ یہہ مسئلہ قانون قدرت اور آئین عقل کے بالکل برخلاف ہی تاہم آنکھہ بند کرکے اور عقل کو محض بیکار و معطل چھوڑ کر نہایت اصرار و تعصب سے اُسپر اعتقاد کرنا چاہیئے ۔ دلیل و عقل کو اُس میں دخل دینا ہرگز ہرگز جایز نہیں ہی ۔

دوسرا مسئلہ فدیہ کا یعنی حضرت عیسی کا تمام بنی نوع انسان کے پچھلے اور حال کے اور آیندہ کے گناہوں کے عوض صلیب پر چڑھنے اور جان دینے کا ہی ۔ اور یہہ ایک ایسا مسئلہ ہی جو قدرت اور عقل دونوں کے برخلاف ہی اور یہہ مسئلہ بھی ایسا مسئلہ ہی جس سے معاملات مذہبی میں آزادی راے بالکل معدوم ہوجاتی ہی ۔ اگرچہ یہہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ یہہ مسئلہ فدیہ کا ایک ایسا مسئلہ ہی جسکے سبب سے انسان اپنے اعمال کا جوابدہ نہیں رہتا اور بدی اور بد اخلاقی کے دروازہ کو کھول دیتا ہی کیونکہ جسقدر کثرت سے کوئی گناہ کریگا اُسیقدر زیادہ نجات دینے والے کی نیکی کا ثبوت ہوگا بقول شخصی —

گناہ من ار نیامدے در شمار ✽ ترا نام کے بودے آمرزگار

پس جو کوئی زیادہ گناہ کریگا وہی شخص زیادہ رحمت کا مستحق ہوگا جو حق ایک بڑے ولی کو ہونا چاہیئے اس لیئے سب سے بڑا گنہگار سب سے بڑا ولی ہوگا ۔ مگر ہم ایسی راے کو پسند نہیں کرتے اور سچے ایمانداروں کو گو وہ کسی معبود حق یا باطل پر یقین رکھتے ہوں اُنکا نیکوکار ہونا لازم سمجھتے ہیں ۔ مگر افسوس یہہ ہی کہ فدیہ کے بعد بھی دوزخ بالکل خالی نہوگی کیونکہ عیسائی مذہب کے موافق بھی تمام کافر جو بیشمار گروہ ہیں اور جن کے بے شمار نام ہیں سب دوزخ میں جاوینگے اور اُس کے تنگ و تاریک مکانوں میں قید رہینگے ۔

ایک مسئلہ مذہب عیسوی کا جو سر نوشت کے نام سے مشہور ہی حسن معاشرت کے حق میں ویسا ہی مضرت بخش ہی اگر اُس مسئلہ کا معتقد نیک طبیعت اور صاف دل ہو تو بآسانی اُس کو یقین ہوجاتا ہی کہ خداوند تعالی نے ازل سے اُس کا نام کتاب حیات میں لکھہ رکھا ہی اور اسی وجہہ سے وہ خیال کرتا ہی کہ اگر اُس کی برائیاں اور اُس کے گناہ سمندر کے کناروں کے ریت کے برابر بھی ہوجاویں تب بھی اُسکا نام صفحہ کتاب حیات سے نہ مٹا سکینگے ۔ اور اگر وہ کم بخت بد نصیب پیچدار اور بد خصلت خشک طبیعت کا ہی

صورت ہی تو وہ سمجھتا ہی کہ اُس کا تمام صفحہ کتاب سیآت میں مطلق نہیں ہی اور اس لیئے وہ اپنے بگڑی مزاج کے خراب میلان کو روکنے کی کچھہ پروا نہیں کرتا اور نیکی کی طرف رجوع کرنے کو اُسے کوئی ترغیب نہیں رہتی ۔

مذہب اسلام کی نسبت یہہ بات بڑے اطمینان اور بھروسہ سے کہی جاسکتی ہی کہ سر ولیم میور نے جو رائے اُس کی نسبت لکھی ہی وہ ٹھیک اسلام کے بالکل برخلاف ہی ، بلکہ مذہبی عقیدہ اور مذہبی معاملات میں جو آزادی رائے اسلام نے دی ہی وہ بے نظیر ہی اور شاید دنیا میں کوئی مذہب اس معاملہ میں اُس سے فایق نہیں ہی ۔

ہم اس مقام پر ایک مشہور و معروف فرانسیسی عالم یعنی ایم بی سنٹ ھلئیر کی رائے نقل کرتے ہیں جس سے یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ ہم اپنی اس تحریر کی تائید میں صرف اپنے ہم مذہبوں ہی کی شہادت کو پیش نہیں کرتے بلکہ اور مذہب اور خصوصاً مذہب عیسائی کے فیاض اور دانشمند بے تعصب معتقدوں کی بھی شہادت پیش کرسکتے ہیں ۔

مصنف موصوف نے لکھا ہی کہ " اسلام میں کوئی بات مشتبہہ یا قدرت کی باتوں سے بڑھ کر بطور اعجوبہ کے نہیں ہی ، مذہب اسلام خود اس بات کے مخالف ہی کہ وہ کسی پردہ میں پوشیدہ کیا جاوے اور اگر اب تک اُس میں چند شبہات موجود ہیں تو اُس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ہی ، کیونکہ وہ ابتدا ہی سے ایسا صاف اور سچا ہی جتنا کہ ہونا ممکن ہی " ۔

اب مذہب اسلام کی آزادی رائے کا حال مذہبی معاملات کی نسبت غور کرو دین محمدی صلعم کی روسے تمام مذہبی روایتوں اور حدیثوں کی نسبت ہر ایک شخص آزادانہ رائے دے سکتا ہی راویوں کی نسبت روایت کے مضمون کی نسبت نہایت آزادانہ تحقیقات و تفتیش کرنے کا اور اُن تمام روایتوں اور حدیثوں کو جو اُس کی آزادانہ تحقیقات اور بے تعصب رائے میں تحقیق کے بعد نامعتبر ٹھہریں نامقبول کرنے کا ہر ایک شخص کو البتہ اختیار حاصل ہی جو روایتیں اور حدیثیں کہ غور و فکر اور تحمل سے تحقیقات کرنے کے بعد عقل اور قدرت کے برخلاف ثابت ہوں یا اور کسی طرح موضوع قرار پاویں یا جو روایتیں اور حدیثیں بے سند ہوں اُن سب کو رد کرنے کا البتہ مجاز ہی مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہی کہ ور حدیث بے سند گوز شتر است " یہہ قول ایک ایسے بڑے شخص کا ہی جسکو لوگوں نے نبی سے کچھہ ہی کم مان رکھا ہی ۔

قرآن مجید کی نسبت بھی جس کے ہر ایک لفظ کو مسلمان وحی سے مانتے ہیں مذہب اسلام میں جسقدر آزادی حاصل ہی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہی ۔ ہم نے قرآن مجید کے سچ ہونے کو بھی اُس کے سچ ہونے سے مانا ہی ٹھیک مذہب اسلام کی رو سے ہر ایک شخص کو آزادی ہی کہ خود قرآن مجید کے احکام پر غور کرے اور جو ہدایت اُس میں پاوے اُس پر عمل کرے کوئی شخص کسی دوسرے کی رائے اور اجتہاد اور سمجھہ کا پابند نہیں ہی مذہب اسلام میں ایسی قدرت کسی کو نہیں ہی کہ دوسرے کو خواہ نخواہ برخلاف اُس کی سمجھہ کے اپنی اطاعت اور اپنے اجتہاد کی پیروی پر مجبور کرے ہر شخص آپ اپنے لیئے مجتہد ہی ، صحابہ جنکو ہم بعد پیغمبر کے بزرگ سمجھتے ہیں اُن کی نسبت بھی اکابر مذہب اسلام کا یہہ قول ہی کہ " نحن رجال و هم رجال " پس اس سے زیادہ اور کیا مذہبی معاملات میں آزادی رائے ہوسکتی ہی ۔

مگر ہم یہودی اور عیسائی مذہب میں اس قسم کی آزادی رائے معاملات مذہبی میں نہیں دیکھتے ، مذہب اسلام میں یہہ بھی ہدایت نہیں ہی کہ اُسکا جو سب سے بڑا اصول ہی یعنی خدا کے وجود اور اُس کی وحدانیت کا ماننا وہ بھی اندھا دھوندی کے اعتقاد اور بے مداخلت عقل اور بے سمجھے غلامانہ طور پر تسلیم کرلیا جاوے کیونکہ خود قرآن مجید ہی اس بڑے مسئلہ کو جبر و سختی و ناسمجھی سے تسلیم کرنے کو نہیں کہتا بلکہ دلیلوں اور قدرتی نشانیوں سے اُسکو سکھاتا ہی ۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے وجود اور اُس کی وحدانیت کو تمام قدرتی چیزوں کے وجود سے ثابت کیا ہی اور اُس کے بعد اُس لا زوال ہستی اور ہمہ راستی پر یقین کرنے کی ہدایت کی ہی ، چنانچہ اُس پاک کتاب میں لکھا ہی کہ "

خدا کے ہونیکی نشانیوں میں سے

ومن آیاته ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۔

یہہ بھی ایک نشانی ہی کہ تمکو مٹی سے پیدا کیا پھر تم چلتے پھرتے آدمی ہوئے ۔

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون ۔

خدا کے ہونیکی نشانیوں میں سے ہی کہ تمکو پیدا کیا اور تمہی میں سے تمہارے لیئے جوڑا بنایا کہ اُس سے تمکو چین ہو اور آپس میں تمہارے محبت و شفقت پیدا کی اسی میں اُن لوگوں کے لیئے جو غور کرتے ہیں خدا کے ہونے پر بہت سی نشانیاں ہیں ۔

و من آیاته خلق السموات والارض و اختلاف السنتکم و الوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین ۔

خدا کے ہونیکی نشانیوں میں سے ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری بولی

و من آیاته منامکم باللیل والنهار وابتغاؤکم من فضله ان فی ذلک لآیات لقوم یسمعون ۔

و من آیاتہ یریکم البرق خوفا و طمعا و ینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتہا ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون و من آیتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ ۔ ومن آیاتہ ان یرسل الریاح مبشرات و لیذیقکم من رحمتہ ولتجری الفلک بامرہ ۔ اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء و یجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ ۔ اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبۃ (سورۃ روم)

تمہاری بولیوں کا اور تمہارے بہانتہ بہانتہ کے رنگوں کا ہونا ان چیزوں میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیئے خدا کے ہونے پر بہت سی نشانیاں ہیں۔ خدا کے ہونیکی نشانیوں میں سے ہی تمہارا رات میں اور دن میں سورہنا اور اُسکی مہربانی سے رزق کا تلاش کرنا اسی میں اُن لوگوں کے لیئے جو بات کو سنتے یعنی سمجھتے ہیں خدا کے ہونے پر بہت سی نشانیاں ہیں خدا کے ہونے کی نشانیوں میں سے ہی بجلی کی چمک اور کڑک کا تمکو دکھلانا جس سے تم ڈر جاتے ہو اور مینہہ برسنے کی لالچ کرتے ہو اور برساتا ہی آسمان سے مینہہ پھر میں ہوتی یعنی خشک زمین کو زندہ یعنی ہرا کردیتا ہی اسی میں اُن لوگوں کے لیئے جو سمجھدار ہیں خدا کے ہونے پر بہت سی نشانیاں ہیں ۔

(باقی آیندہ)

مراسلات

بحضور جناب ایڈیٹر تہذیب الاخلاق ۔ بعد سلام مسنون الاسلام ایک گمنام کی یہہ عرض ہی کہ یہہ پرچہ تہذیب الاخلاق کا نہیں کہیں جو اس گمنام کی نظر سے گذرتا ہی تو مجھکو نہایت مزا ملتا ہی بعضی بعضی جوالتیں علوم حکماے جدید سے جو نہیں رہ یہی مندفع ہوتی جاتی ہیں بالخصوص خطبے جناب سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی کے جو ہاہوا ترجمہ اُس انگریزی کتاب کا ہی جس کو جناب ممدوح نے لندن میں چھپوا کے مشتہر کی تہی دیکھہ کے بڑی مسرت حاصل ہوئی میں بہت مشتاق ہوں کہ ساری کتاب کا ترجمہ دیکھتا اسواسطے کہ انگریزی سے میں نابلد ہوں کیا ہمارے مسلمان بھائی جناب ممدوح کے اس خطبہ کو بہی نہ پسند کرینگے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت کی خبر توریت اور انجیل سے بمقابلہ اخبار نبوت حضرت موسی علیہ السلام کے نقل کی ہی خیر اگر تحریرات جناب ممدوح کی معتقدین عقاید اشاعرہ اور امامیہ کے دلوں پر نہ اثر کریں تو لندن کے بعض عیسائیوں کے دلوں میں اور طلبہ انگریزی ہندوستان کے دلوں میں جو مایل بالحاد و تفلسف ہوتے جاتے ہیں ضرور اُمید ہی کہ ضرور ضرور اثر کرینگے تو ہمکو گنجایش اس مضمون کے وروہ کی ہوگی سے صورت مراز باہ کہ ایتہم فلیحمد اسمہ اب میری غرض اس تحریر سے دو ہیں ایک تو اظہار نہایت افسوس کا ہی اور ایک امر میں استفسار بنظر استفادہ جناب سید صاحب سلمہ اللہ تعالی سے ہی افسوس تو یہہ ہی کہ اکثر یا بعضی تحریرات تہذیب الاخلاق نے نام معتزلین کا اور مصنفین رسایل اخوان الصفا کا از سر نو زندہ کیا جن کا وجود ہندوستان میں بالکل نہیں ہی اور غالبا تمام عالم میں باجتماع قومی کہیں نہیں ہیں اور ہمکو بتواتر یہہ ثابت ہوا ہی کہ جب مدارس اسلامیہ قرطبہ اور اندلس اور بغداد میں کتب فلسفہ یونان اور تواریخ روم ترجمہ ہوئیں جن سے بنا شروع علم کلام کی ڈالی اُسوقت معتزلین اشاعرہ سے معتزل ہوئے اور اُن کا علی العموم یہی اظہار اور اعلان تہا جو آج کل جناب سید صاحب اپنے عقاید کے اظہار کا سبب بیان کرتے ہیں کہ تعلیم جدید سے مذہب اسلام کا نیست و نابود ہواجاتا ہی کہ وہمی اور اتفاقی عقاید اسلام کے انکشاف حقایق کے سبب سے سست اور بہیمہ المتکبرت ہورہے ہیں چنانچہ اُن کے توابع بہت سے معتقدین مود ہوگئے یہاں تک کہ اُن کی پشت پناہ پر کئی خلیفہ عباسیہ تہے جن میں مامون رشید اور معتصم اُس زور و غرور کے خلفاؤں میں تہے جن کی اقتدار اور سطوت کا نظیر پہر اسلام میں نہ پیدا ہوسکا اور اُنہوں نے مخالفین معتزلین کو بضرب و شتم و حبس و بند و قتل معزز کیا چنانچہ حضرت امام احمد حنبل رح اُسی واقعہ میں شہید ہوگئے باوصف اس کے معتزلین کا وجود عالم میں نہ رہا اور نام لیوا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے وہمی ہوں یا حقیقی اب تک موجود ہیں اب ہمکو افسوس یہہ ہی کہ اس زمانہ نازیبا میں بیچارے جناب سید صاحب کی کون سنتا ہی اُن کی سعی و کوشش رایگاں معلوم ہوتی ہی اور وہ تصور کہ اسلام کا وجود مٹاجاتا ہی ہماری دانست میں محض واہمہ ہی † انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اسلام کی جڑ کی حفاظت کو کافی کررہا ہی ۔ اب استفسار مستفیدانہ یہہ ہی کہ جناب سید صاحب قبلہ نے جبر و اختیار کے باب میں کون سی راے اختیار کی ہی اُس راے کے باب میں اگر سید صاحب قبلہ نے کچھہ دلایل عقلی یا نقلی جدید جو

† ہم آپ کے اس خیال سے نہایت خوش ہیں خدا اسلام کو ہمیشہ قایم رکھے مگر جو کچھہ ہم کررہے ہیں یہہ اُسی وعدہ (انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون) کے سبب سے ہی کیونکہ اگر وقتا فوقتا ایسے لوگ نہ پیدا ہوتے رہیں جو اسرار اسلام کو ظاہر کریں اور معترضین کے شبہات کو دور کرتے رہیں تو اس علم اسرار میں اُس کا قیام کیونکر رہے پس انہی لوگوں کے واسطہ سے خدا اُس کی حفاظت کرتا ہی یہہ لوگ اپنے نام کا بقا نہیں چاہتے بلکہ یہہ اُن کی خواہش ہی کہ محمد رسول اللہ صلعم کے نام لیوا باقی رہیں جو خدا کے فضل سے موجود ہیں (سید احمد)

نہیں بحث میں نہیں آئے اور سارے خدشات اور شبہات سے خالی ہوں جناب ممدوح کو معلوم ہوئے ہوں یہہ گمنام نہایت آرزو مند اُن کے ملنے کا ہی آخر میں دست بستہ یہہ عرض ہی کہ اگر کہیں مستفیدانہ نہ معاندانہ اور مخالفانہ اپنے شبہات اور خدشات کو تحریرات سابقہ اور لاحقہ تہذیب الاخلاق پر کچھہ لکھوں وہ بسمع قبول سنے جاوینگے یا نہیں اور اظہار خلاف سے جو مناظرانہ ہوگا کچھہ ملال خاطر تو نہوگا اسی بنا پر بنظر بعض استفسارات کے جو منظور ہیں ایک قضیہ بدیہیہ میں لکھتا ہوں اس اُمید سے کہ جناب سید صاحب ارشاد فرماویں کہ بداہت اُس قضیہ کی مسلم ہی یا نہیں وہ قضیہ یہہ ہی کہ امکان شی کا جیسا وجود شی کا مثبت نہیں ہو عدم الشی کا بھی مثبت نہیں ہی اس صورت میں بعد تسلیم امکان شی کے اور عدم ثبوت وجود کے حکم یقینی عدم الشی پر محض سفسطہ ہی اور اگرچہ راقم محض گمنام ہی اس سبب سے اظہار اپنے نام کی ضرورت نہیں جانتا لیکن اگر ایسی ضرورت ہوگی تو شاید آیندہ لکھدونگا والسلام خیر ختام ۔

راقم

یکے از مطالعہ کنندگان تہذیب الاخلاق

باشندہ خاص لکھنؤ

جواب از طرف سید احمد

جو کچھہ تہذیب الاخلاق میں لکھا جاتا ہی ہر شخص کو اُسپر رد و قدح کا اختیار ہی مگر مناظرانہ بحث سے کبھی کچھہ نتیجہ ہوا ہی اور نہ آیندہ ہوگا اسلیئے یہہ توقع نرکھنی چاہیئے کہ ہم اُسپر مباحثہ شروع کرینگے ہمارا اصول یہہ ہی کہ ہم اپنی سمجھہ ظاہر کردیتے ہیں اور اس کا تصفیہ کہ وہ صحیح ہی یا غلط خود پڑھنے والوں کو اور اُنکو جو ہر امر کو محققانہ طور پر نظر کرتے ہیں نہ مناظرانہ طریقہ پر کرلینا چاہیئے ۔

اگر آپ پرچہ ہاے تہذیب الاخلاق کو تلاش کرینگے تو اُس میں نہیں مسئلہ جبر و اختیار کا بھی کسیقدر ذکر ملیگا اور اُسپر تعدقیقات کامل بھی کبھی چھپیگی ۔

یہہ قضیہ جو اپنے لکھا ہی صحیح و درست ہی مگر میری دانست میں علماے متقدمین اور متاخرین اسلام سے رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین یہہ بڑی چوک ہوئی ہی کہ اُنہوں نے مذہب کے ایک شی کے وجود کا دعوی کرتے ہیں اور بمقابلہ منکرین کے اُس شی کا امکان ثابت کرتے ہیں اور اسبات سے غافل ہوجاتے ہیں کہ صرف اُسکا امکان اُن کے دعوی کے ثبوت کو کافی نہیں ہی کیونکہ امکان شی کا جیساکہ آپنے ارقام فرمایا وجود شی کا مثبت نہیں ہی حالانکہ اصلی دعوی اُس کے وجود کا کیا تھا نہ محض امکان کا — مثلاً ہم کہتے ہیں کہ شیطان ایک وجود خارج من الانسان موجود ہی ، فرشتے موجود ہیں ، دوزخ و بہشت موجود ہی ، وغیرہ وغیرہ پس ان چیزوں کے موجود ہونے کے ثبوت کو صرف امکان ثابت کرنا کافی نہیں ہی کیونکہ وہ مستلزم وجود شی نہیں گو اُن کے عدم پر بھی کوئی دلیل نہو مگر جس شی کے وجود کا ہم دعوی کرتے ہیں اُس کا ثبوت ہم پر ہی پس یہی قضیہ جو آپنے لکھا ہی متکلمین کی دلیلوں کو سفسطہ بتادیتا ہی والسلام ۔

راقم

سید احمد

اور خط

منیجر تہذیب الاخلاق صاحب ،

مسلمانوں کی ریفارمر تہذیب الاخلاق مولوی سید احمد خان صاحب

تسلیم — تہذیب الاخلاق کی بدولت (خدا اُسکی عمر دراز کرے) جو جو عظیم اور بیش بہا فوائد مسلمانوں کے معاملات دینی و دنیوی کو پہنچے اظہر ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتے جو مذاقعہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان کے مذاہب عجیب ایک تزلزل کی حالت میں ہورہے ہیں ایسے اخبار کا جاری ہونا مسلمانوں کے حق میں نہایت ہی مفید اور مناسب ہوا — اسنے مسلمانوں کے گرتے ہوئے بیڑے کو تھام لیا — اُسنے ہمارے مردہ دلوں کے ساتھہ کار مسیحائی کیا — ہمدردی حب وطن سچی دینداری جو ہمارے تعصب — نفسانیت — خود غرضی کے سبب ہم میں سے بالکل مفقود ہوگئی تھی یا یوں کہو براے نام باقی رہگئی تھی پھر کو پیدا کردی خداوند کریم اس اخبار کو اور اُس کے معاونوں اور اُس کے منیجر کو ہمیشہ سلامت با کرامت رکھکر اپنے ارادوں میں کامیاب کرے —

یا رب این آرزوے من چہ خوش است ٭ تو بدین آرزو مرا برسان

والسلام مع الاکرام

مقام اوناؤ — مورخہ ۲۷ نومبر سنہ ۱۸۷۶

بمقام علیگڈہ — مطبع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا